

امریکی دورہ

وزیر اعظم کا دورہ امریکہ حدد رجہ خوشنگوار نظر آیا۔ بین الاقوامی سیاست کا معمولی ساتھ بعلم ہونے کی بدولت احساس تھا کہ یہ دورہ نتائج کے لحاظ سے دونوں طرف جاسکتا ہے۔ یعنی مکمل طور پر ناکام بھی ہو سکتا ہے اور کامیاب بھی۔ اسکی صرف ایک وجہ نہیں تھی۔ عام تجزیہ کے مطابق امریکہ کو افغانستان میں پاکستان کے اثر و رسوخ کی بے حد ضرورت ہے۔ مگر معاملہ صرف یہی نہیں ہے۔ اسکے علاوہ بھی انہائی اہم اور نازک معاملات ہیں۔ جنکی وجہ سے وزیر اعظم عمران خان اور ڈونلڈ ٹرمپ کے مابین، ”ون ٹوون ملاقات“ کی ضرورت پیش آئی۔ تنہائی میں کون کون سے معاملات زیر بحث آئے، اسکے متعلق صرف اندازہ یا قیافہ ہی لگایا جاسکتا ہے۔ مگر امریکی صدر کی گزشتہ تین چار ماہ کے بیانات اور پالیسی تقاریر کو پر کھیے تو بہتر طور پر تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ اس وقت افغانستان کے علاوہ، دو تین دیگر معاملات کو اہم سمجھتے ہیں۔ انکے متعلق بات کرتے رہتے ہیں۔ اس میں ایران کی موجودہ حکومت اور انکے سیاسی نظام پر حدد رجہ تنقید کرتے ہیں۔ دوسرا، سعودی عرب کی اس وقت کے حکومتی شاہی خاندان کی عملی حفاظت ہے۔ یعنی بادشاہ اور ولی عہد، محمد بن سلمان کی بھرپور سلامتی درکار ہے۔

پہلے نکتہ پر آئیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایرانی حکومت کا نظام مکمل طور پر مذہب کے تابع ہے۔ وہاں، انسانی حقوق، آزاد رویوں کی پرورش، ایک خاص طریقہ عمل کے رویوں سے مختلف سوچنے اور بولنے کی ممانعت اور اسکے ساتھ ساتھ مذہب کے ایک اہم فرقہ کے خیالات کی عملی ترویج ہے۔ ہر ملک اور خطے کی اپنی شناخت اور حیثیت ہوتی ہے۔ ایران میں ہزاروں برس کی ایک حدد رجہ مضبوط تہذیب موجود ہی ہے۔ ان لوگوں میں ایک نسلی تفاخر موجود ہے۔ ایران فتح کر کے قبضہ کرنے والوں نے، مقامی تہذیب کو اپنایا۔ باہر سے آنے والے، اسی رنگ میں رنگے گئے۔ نکتہ صرف یہ کہ اس احساس برتری اور مذہب کی بنیاد پر وہاں ایک ایسا نظام جڑ پکڑ چکا ہے، جسکی بنیاد میں ہی حدد رجہ گھری اور مضبوط ہیں۔ یہ تفاخر یورپ میں جمنی میں بھی موجود ہے۔ اگر آپ اسرائیل کے معاملات کو دیکھیے تو نسلی برتری اور مذہب کی آمیزش وہاں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اسرائیل موجودہ حالات میں دنیا کا طاقتوترین ملک بن چکا ہے۔ خیر اس پر بحث کسی اور وقت کروں گا۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایران کے اندر وطنی معاملات کو انکے عوام پر چھوڑنا، ایک مناسب رویہ ہو سکتا ہے۔ طاقت کے زور پر انہیں ڈرانا دھمکانا از حد غیر مناسب ہے۔ ایران، کسی صورت میں کمزور ملک نہیں ہے۔ ہم سب سے زیادہ ڈونلڈ ٹرمپ کو ایران کے اندر وطنی حالات کی خبر ہے۔ لہذا ایران پر حملہ کرنا ایک غیر ممکن امر ہے۔ ویسے بین الاقوامی سیاست میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ایران پر براہ راست حملہ موجودہ صورتحال میں ممکن نہیں۔ ایران اور ہمارا ملک ہمسائے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے افغانستان اور ہم ہر طور پر جڑے ہوئے ہیں۔ ایران کے متعلق، وزیر اعظم پاکستان سے بہر حال بات ہوئی ہے۔ یہ نکتہ، ڈونلڈ ٹرمپ کیلئے حدد رجہ اہم ہے اور اب مغربی دنیا کیلئے بھی۔ اس صورتحال میں پاکستان کا کردار کیا ہوگا۔ یہ امریکہ سے زیادہ، ہمارے لیے قبل غور اور اہم ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں محترم عمران خان اور آرمی چیف کا رویہ حدد رجہ متوازن ہے۔ یعنی اولین کوشش یہی ہوگی کہ کوئی تنازعہ پیدا نہیں

نہ ہو۔ خدا نخواستہ اگر ایران پر حملہ ہو بھی، تو پھر بھی پاکستان، کارول ایک ثالث کا ہو، نہ کہ فریق کا۔ یہ حکمتِ عملی، امریکہ کو سیاسی اور فوجی سطح پر واضح کی گئی ہے اور یہ حد درجہ خوش آئین بات ہے۔ ہماری اسی پوزیشن کو امریکہ نے فی الحال تسلیم کیا ہے۔ آگے چل کر معاملات کیسے تبدیل ہوتے ہیں۔ اس معاملہ میں کچھ بھی کہنہ قبل از وقت ہے۔ طالب علم کی دانست میں ایران کے اندر ورنی معاملات میں ہماری طرف سے کسی قسم کا فریق نہ بننا درست طرزِ عمل ہے۔ یہ رو یہ ہمارے اپنے قومی مفاد میں ہے۔ کیونکہ ہمارے معاشرے میں مذہبی بیانیاد پر تفریق و تقسیم، ملک کی چولیں ہلاکتی ہے۔

آپ سعودی عرب کے موجودہ حالات پر آئیے۔ بادشاہت، قبائلی اصولوں کے متعلق اولاد کو منتقلی نہیں ہوتی تھی۔ مگر اس کو پہلی بار منسوخ کیا گیا ہے۔ موجودہ ولی عہد، بادشاہ کے بیٹے ہیں اور عملی طور پر تمام اختیارات کے مالک ہیں۔ لازم ہے، کہ شاہی خاندان کے دیگر افراد، جو اپنے آپ کو ولی عہد اور مستقبل کا بادشاہ بننے کے متعلق سوچ رہے تھے، وہ اس صورتحال سے ناخوش ہیں۔ نتیجہ یہ کہ شاہی خاندان میں تفریق ہے۔ اسکے ثبوت کبھی کبھی پر لیں میں آتے رہتے ہیں۔ شاہی محل پر کچھ عرصہ پہلے جملہ تک ہو چکا ہے۔ مگر پاکستان کی بہترین حکمتِ عملی یہ ہے کہ ہم نے سعودی عرب کے اندر ورنی طاقت کے خلفشار پر کبھی بات نہیں کی۔ اسکا ملکی سطح پر ہمیں حد درجہ فائدہ ہوا ہے۔ پاکستان کے وزیر اعظم اور ولی عہد کے آپس میں تعلقات ذاتی بھی ہیں اور حد درجہ بہترین بھی۔ امریکہ کو ہماری اور سعودی عرب کی قربت کا بخوبی اندازہ ہے۔ امریکہ کے معاشی مفادات سعودی عرب سے منسلک ہیں۔ جس میں حالیہ طور پر، تیس بلین ڈالر کے ہتھیاروں کے خرید نے کافی صلة، امریکہ جنگی صنعت کیلئے ہوا کا خوشبودار جھونکا ہے۔ اسکے علاوہ، تیل بھی امریکی مفادات میں حد درجہ اہمیت رکھتا ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کون سا اسلامی ملک ہے جو سعودی عرب میں اتنا اثر و رسوخ رکھتا ہے، جس سے امریکی مفادات ڈانوال ڈول نہ ہوں۔ یہ صرف اور صرف پاکستان ہے۔ اگر کھل کر سوچا جائے تو پاکستانی فوج ہے۔ سعودی عرب کو اپنی حفاظت کیلئے ہماری حد درجہ مدد کی ضرورت ہے۔ لہذا، اس نکتہ پر ہمارے اور امریکی مفادات ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔ لازم ہے کہ ٹرمپ کیلئے بھی حد درجہ آسودہ بات ہے کہ وہ ہمارے اور شاہی خاندان کے روابط سے اپنے مالی مفادات کی حفاظت کر پائے۔ چنانچہ یہی ہو رہا ہے۔ شاہی خاندان کی حفاظت میں ہمارا کردار ازدواج ہم ہے۔ کئی ایسی باتیں ہیں جو میرے علم میں ہیں، مگر لکھنہیں سکتا۔ صرف یہ عرض کروں گا کہ مقامِ مقدسہ کی حفاظت کا ذمہ بھی تقریباً ہمارے پاس ہے۔ امریکہ کے صدر، ولی عہد کو حد درجہ پسند کرتے ہیں۔ بطور طالب علم، یہ نکتہ امریکہ کے حالیہ دورہ میں کسی نہ کسی سطح پر ضرور زیر بحث آیا ہو گا۔ اس معاملہ میں، عمران خان حد درجہ مضبوط سوچ کے حامل ہیں۔ اس سوچ اور بہترین حکمتِ عملی نے خان کے حالیہ دورہ کو بہت تو انائی بخشی ہے۔

افغانستان کے متعلق جو معاملات ہیں، وہ ٹرمپ کے سامنے ہیں۔ مگر ہمیں ان معاملات پر غور کرنا چاہیے جو نظر نہیں آ رہے۔ اور وہ اتنے ہی اہم ہیں، جتنے نظر آنے والے معاملات۔ ڈونلڈ ٹرمپ ذہین انسان ہے۔ وہ متوسط طبقے کے سفید فام کا لیڈر ہے۔ ان پڑھ، نیم خواندہ، سفید فام امریکیوں کی آواز ہے۔ بالکل اسی طرز پر اسکی ذاتی مخالفت بھی شدید ہے۔ مگر یہ انکا اندر ورنی معاملہ ہے۔ ہاں، ایک اہم بات۔ اگر میں یہ عرض کروں کہ حالیہ دورہ سے پہلے ہندوستان کے تحفظات کو دور کرنے کیلئے امریکی وزارتِ خارجہ نے مکمل ہوم ورک

کیا تھا تو کوئی حیرت نہیں ہوئی چاہیے۔ ٹرمپ کے پاکستانی دوست، ساجد تارڑ صاحب کھل کر کہہ چکے ہیں کہ وائٹ ہاؤس اور امریکہ کے طاقتوارداروں میں ہندوستان کا عملِ خل بے حد زیادہ ہے۔ ہندوستان سے تعلق رکھنے والے افراد، امریکہ میں ہر گلی میں جگہ پر موجود ہیں اور انکا بے حد اثر و رسوخ ہے۔ ساجد تارڑ نے یہ بات ہر جگہ کہی ہے۔ کشمیر پر ٹالی، اسکا منصفانہ حل، تمام نکات پہلے سے طے شدہ فیصلوں کے مطابق کیے گئے ہیں۔ ہندوستان کا شور و غوغہ صرف اور صرف اسکی اندر ورنی سیاست کے مطابق ہے۔ صرف عام آدمی کو مطمئن کرنے کیلئے ہے۔ ٹرمپ کی کشمیر پر ایک امن پروگرام، حکمتِ عملی اختیار کرنا، موجودہ وزیر اعظم بلکہ پاکستان کی سفارتی فتح ہے۔ آج تک کبھی بھی کسی بھی پاکستان وزیر اعظم کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا۔

خان کے بدترین سیاسی مخالفین کیلئے بھی صورتحال، مزید مشکل ہو چکی ہے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا، کہ یہ دورہ اتنا کامیاب کس طرح ہو گیا۔ اس مکی کامیابی کو بھی، ناکامی قرار دے رہے ہیں۔ یہ انکا حق ہے، مگر غیر متعصب تجزیہ، انکی نکتہ چینی کا ساتھ نہیں دیتا۔ پاکستان پر لیں کو جانے دیجئے۔ امریکہ کے تمام اخبارات اور الیکٹرونک میڈیا نے اس دورہ کو کامیاب قرار دیا ہے۔ وہاں تولفافہ کلچر نہیں ہے۔ امریکی میڈیا خوفناک حد تک آزاد ہے۔ اگر وہ یک زبان ہو کر، پاکستانی وزیر اعظم کے اس دورہ کو کامیاب قرار دے رہا ہے تو اسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں، ایک اہم بات۔ واشنگٹن میں پاکستانیوں کا غیر معمولی اجتماع ایک حیرت انگیز امر ہے۔ آج تک یہ نہیں ہوا کہ ہزاروں کی تعداد میں امریکی پاکستانی، اپنے وزیر اعظم کی تقریر سننے کیلئے جمع ہوں۔ یہ لوگ کیوں آئے۔ کیا انہیں پنجاب پولیس اور پٹواری لیکر آئے تھے۔ صاحبان، بالکل نہیں۔ یہ ہزاروں لوگ، اپنے خرچ پر، اپنے ملکی وزیر اعظم کی تقریر سننے کیلئے خود آئے تھے۔ یہ ایک جاندار جلسہ تھا۔ امریکی پر لیں میں اسکی کامیابی کا آج بھی چرچ ہے۔ میرے کئی دوست، جو جلسہ گاہ میں موجود تھے، بتا رہے تھے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا محیر العقول جلسہ نہیں دیکھا۔ واشنگٹن ہی سے میرے ایک ڈاکٹر دوست نے بتایا کہ یہ امریکی صدر کی ایکیشن مہم میں ہونے والے جلسوں سے بھی بہت بڑا اور بھر پور تھا۔ ایک بات تھوڑی سی غیر مناسب سی لگی۔ ڈونلڈ ٹرمپ اور عمران خان کی مشترکہ کانفرنس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ جاری تھا۔ اس میں اکثریت پاکستانی میڈیا کی تھی۔ ہمارے چند صحافیوں کی انگریزی زبان پر گرفت بہت کمزور تھی۔ انگریزی زبان میں بولنے کا تلقظہ بھی کافی حد تک غیر معیاری تھا۔ چند معزز حضرات نے جو سوالات کیے، وہ ہماری ملکی پالیسی کیلئے شائد اہم تھے مگر امریکی صدر کی سطح پر یہ سوال کسی بھی اہمیت کے حامل نہیں تھے۔ دل آزاری نہیں کرنا چاہتا۔ مگر معدرت کے ساتھ پاکستان میں درست طور پر انگریزی زبان بولنے اور سمجھنے والے ازحدکم ہیں۔ اس پر لیں کانفرنس میں ہماری جانب سے یہ کمزوری بہر حال موجود تھی۔ دراصل پاکستان میں انگریزی میڈیا مفقود ہے اور اس پر کوئی خاص توجہ بھی نہیں دی جاتی۔ اخراجات کے حوالے سے بھی خان کا یہ دورہ بہت مناسب تھا۔ اگر پرانے شاہی خاندانوں سے موازنہ کیا جائے تو اس دورہ پر معمولی سرکاری خرچ ہوا۔ کسی بھی سیاسی تعصبات کے بغیر دیکھا جائے تو یہ دورہ پاکستان کے مفادات کیلئے حد رجہ مفید ثابت ہو گا۔ آئے والا وقت، بہتر ہوتا جائیگا!

